ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

سیّد جعفر عسکری ٭
ڈاکٹر کنیز فاطمہ ممدانی ٭٭
ڈاکٹر ہلال نقوی ٭٭٭

جوش ملیح آبادی کے آزادی سے قبل سیاسی افکار کا عمرانی مطالعہ

Sociological Study of Political Thoughts of Josh Malihabadi Before Freedom

By *Syed Jafar Askari, PhD Scholar, Department of Sociology, University of Karachi.*
Dr. Kaneez Fatima Mamdani, Assistant Professor., Department of Sociology, University of Karachi.
Dr. Hilal Naqvi, Visiting faculty, Pakistan Study Centre, University of Karachi.

ABSTRACT

The history of Urdu literature witnessed the political & revolutionary poetry of Josh Malihabadi, the prominent revolutionary poet of India, fueled the movement of freedom against the British Empire in India. Josh encouraged the freedom fighters with his revolutionary poetry, written especially in the era of 1920 to 1947. The effect of his poetry can be gauged from statements of some literary elites and political leaders who claimed that they joined the subcontinent's freedom movement after reading or listening to the verses of Josh. His political ideas are coined on the grounds of humanity and the idea of amiable to humanity. He believes in the politics that deals with human beings and the creation of a welfare state. Josh preferred to stand against tyrants, illegitimate government, injustice, and class system. He wished to see his nation free

٭ پی ایچ ڈی اسکالر، شعبۂ عمرانیات، جامعہ کراچی
٭٭ اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ عمرانیات، جامعہ کراچی
٭٭٭ مہمان استاد، پاکستان اسٹڈی سینٹر، جامعہ کراچی

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

from the British Empire. He wanted to get ended the malicious social system of his time. In this article, the researcher tried to highlight the political ideas of Josh, who was called a 'revolutionary poet' during the freedom fight against the British Empire in India.

Keywords: Poet, Political, Josh, Malihabadi, Thoughts, British, Subcontinent, Freedom, 1947, revolutionary.

تقریباً ایک صدی سے زیادہ کا عرصہ گزر چکا ہے مگر جوشؔ ملیح آبادی کی سیاسی شاعری آج بھی برصغیر پاک و ہند میں بالخصوص ناقدینِ ادب کے درمیان موضوعِ بحث بنی ہوئی ہے، اس کی وجوہ میں جوش کی شاعری کا ہمہ جہت ہونا سرِ فہرست ہے۔ ایک طرف جوش کی بے باک اور حسّاس طبیعت نے ان کو سماج میں ہونے والے ہر نئے معاشرتی ستم پر کچھ نہ کچھ لکھنے پر مجبور کیا تو دوسری طرف فرنگی سامراج کی ناجائز حکومت اور اس کے غیر منصفانہ اقدامات اور سیاسی مظالم پر بہ بانگ دہل سیاسی نظمیں لکھنے پر آمادہ کیا۔

سنو اے بستگانِ زلف گیتی ندا کیا آرہی ہے آسماں سے
کہ آزادی کا اک لمحہ ہے بہتر غلامی کی حیاتِ جاوداں سے

(لمحۂ آزادی، شعلہ و شبنم)

یہ حقیقت بھی روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ جوش کی شاعری کو جتنا پسند کیا گیا اُتنی ہی اس کی مخالفت بھی ہوئی، کچھ ناقدینِ ادب نے جوش کے سیاسی نظریات کو رومانوی قرار دیا، کچھ ناقدین نے اِن کے باغیانہ مزاج کا شاخسانہ تصور کرتے ہوئے ان کی شاعری کو محض لفاظی قرار دیا، کئی مخالفین نے ان کی سیاسی شاعری کو غیر سنجیدہ ذہن کی تخلیق سمجھا، لیکن مخالفین کے ان خیالات کے برعکس برِّ صغیر کے اہلِ دانش کا ایک بہت بڑا طبقہ جوش کو نہ صرف نابغۂ روزگار شاعر تصور کرتا ہے بلکہ ان کے سیاسی افکار کو اس خطِ سیاست سے متمسک قرار دیتا ہے جس خط پر چل کر برصغیر کے مجاہدینِ آزادی نے سامراجی تختِ حکومت کو تاراج کیا۔

سیاست (Politics) کی سادہ ترین تعریف یہ ہے کہ وہ علم جو حکومت اور ریاست سے متعلق ہو۔ فرہنگِ سیاسیات کے مطابق لفظ 'پالیٹکس' دراصل یونانی لفظ 'پولس' (Polis) سے لیا گیا ہے جس کے معنیٰ شہر کے ہیں، قدیم یونان میں ریاست اور شہر میں کوئی فرق نہیں سمجھا جاتا تھا لہٰذا یونانیوں کے نزدیک کسی شہر کے متعلق علم کو سیاسیات کہا جاتا تھا، سب سے پہلے ارسطو نے اس لفظ کو انھی معنیٰ میں استعمال کیا اور اپنی کتاب کا عنوان ''پالیٹکس'' قرار دیا، دورِ حاضر میں یہ لفظ وسیع تر معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے، اور وہ اکابرین جو عملی سیاست میں

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

شامل ہوتے ہیں، سیاست دان کہلائے جاتے ہیں۔(۱)

ذکر ہے جوشؔ ملیح آبادی کے سیاسی افکار ونظریات اور خیالات کا، انسانیت اور انسان دوستی ہی جوش کے سیاسی افکار کی اساس تھی، پروفیسر جگن ناتھ آزاد کے نزدیک 'حبِّ آدم'' اور عظمتِ انساں' یہ وہ دو تصورات ہیں جو جوش کی فکری شاعری کی بنیاد ہیں،(۲) جوش صرف اُس سیاست کو قبول کرتے تھے جس کا سروکار انسان سے ہو اور ایک فلاحی ریاست کے قیام کے لیے کی جائے،(۳) جوش کی سیاسی فکر کا اندازہ اُن کی پہلی نگارش 'روحِ ادب' کی پہلی ہی نظم 'ترانۂ بیگانگی' کے ابتدائی اشعار کے مطالعہ سے ہو جاتا ہے جبکہ یہ وہ دور ہے جب جوشؔ ہندوستان میں شاعرِ انقلاب کے نام سے مشہور نہ تھے۔

دوسرے عالم میں ہوں دنیا سے میری جنگ ہے
تاجِ شاہی سے قدم بھی مس کروں تو ننگ ہے

جوش انسان کو جبر و استبداد کی غلامی سے آزاد دیکھنا چاہتے تھے، اُنھیں انسان پر انسان کا جبر، اور معاشرے میں انسانی طبقہ بندی گوارا نہیں تھی۔ جوش نے اپنی شاعری میں ہر اُس سیاسی و معاشرتی نظام کے خاتمے کی خواہش کی ہے جس کے تحت انسان معاشی و معاشرتی جبر کی چکّی میں پیسا گیا۔ جوشؔ نے 'آیات ونغمات' میں باطل حکومت کے خلاف علَم بغاوت بلند کرنے کو افضل عبادت قرار دیا ہے،(۴) جوش نے ڈاکٹر عالیہ امام کو ایک انٹرویو دیتے ہوئے سیاست پر اپنے خیالات کا کھل کر اظہار کیا ہے، اُن کے مطابق سیاست سے دوری کا دعویٰ بزدلانہ سیاسی فعل کے سوا کچھ اور نہیں ہے کیوں کہ سیاست ہی بنی نوع انسان کا مقدر ہے۔ اِن کے نزدیک سیاست کی دو اقسام ہیں: ایک ظالم کی سیاست ہے اور دوسری مظلوم کی سیاست۔ اوّل الذکر سیاست موت سے عبارت ہے یعنی زندگی کی موت ہے، یہ وہ سیاست ہے جسے جوشؔ علم سوز سیاست کہتے ہیں۔ آخر الذکر مظلوم کی سیاست ہے جو راکھ سے روشنی پیدا کرتی ہے، یہی وہ سیاست ہے جس کے جوش حامی ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ قلم سے یا محاذِ جنگ پر جہاد فقط وہ ہے جو اعلیٰ دستور، اعلیٰ مقاصد، اعلیٰ نظریۂ حیات اور اعلیٰ سچائی کے واسطے کیا جائے۔ جوش منفی سیاست کے متعلق کہتے ہیں کہ: ''ظالم کی طاقت اربابِ جوہر کی کمر توڑ سکتی ہے لیکن اپنے حضور جھکا نہیں سکتی۔''

وہ اس سیاست کی مزید وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ: ''علم سوز سیاست نے ہر دور میں پیغمبری کو آرے سے چِیرا، سقراط کو زہر کا جام دیا اور حسینؑ کی لاش پر گھوڑے دوڑائے ہیں۔ ہر دور میں حملہ ذکاوت و دانش پر ہوتا آیا ہے۔''(۵)

جوشؔ کے نزدیک حکومتی بیدادگری کے آگے سرِ تسلیم خم نہ کرنا، مصائب کو برداشت کرنا اور اس کے علاوہ کچھ

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

لمحوں کی فکر ہزار جہاد سے افضل ہے۔[۶]

ناقدینِ جوش کا یہ کہنا کہ جوش کیوں کہ خود جاگیرداری نظام کے پروردہ تھے۔ لہٰذا انھوں نے اس کہنہ نظام کے خاتمے کی کبھی خواہش نہیں کی سراسر بے بنیاد ہے، جوش جیسے روشن خیال ادیب اور شاعر سے جس نے مذہب اور رسم و رواج جیسے طاقتور مظاہر کو میزانِ عقل پر تولا ہو، نظامِ کہنہ کی محبت کے منسوب کرنا کسی طور جائز نہیں ہے۔ اس حوالے سے جوش کی رباعی قابلِ غور ہے جو اِن کی روشن خیالی کی بہترین مثال ہے:

اس برقِ جہاں سوز کو پھر خس کردے طوفان کے عفریت کو بے بس کردے
معصوم جہالتوں کو واپس کردے[۷] ہنگامہ بپا ہے علم سے اے مَعبُود!

وہ سیاسی و انقلابی تحریک کے ذریعے ہندوستانیوں پر مظالم ڈھانے والی ناجائز انگریز سرکار کا خاتمہ چاہتے تھے یعنی جوش سرمایہ دارانہ نظام کے خاتمے کے لیے کوشاں تھے، جوش ان مقاصد کے حصول کے لیے اشتراکی نظام کو ہی معتبر سمجھتے تھے۔[۸] انھوں نے کانگریس سے وابستگی بھی اختیار کی، اس وابستگی کا ذکر جوش نے اپنی خودنوشت 'یادوں کی برات' میں کیا ہے، ان کے مطابق محمد مستقیم نے جو آگرے میں جوش کے سوتیلے ماموں کے اُستاد تھے، سب سے پہلے جوش کو جنگِ آزادی کی اہمیت اور گاندھی جی کی شخصیت کے متعلق آگاہ کیا اور ۱۹۱۸ء میں کانگریس کے سالانہ اجلاس میں شرکت کی غرض سے انھیں احمد آباد بھیجا تھا،[۹] جہاں وہ گاندھی جی کی ظاہری شخصیت، شکل وصورت سے تو متاثر نہ ہوئے لیکن اِن کی رائے کی صحت اور ان کے لہجے کی پختگی و صلابت نے جوش کو یہ یقین دلایا کہ ہندوستان کو اُس کا حقیقی رہنما مل چکا ہے جس کی ملک وقوم کو ضرورت تھی،[۱۰] یہ وہ دور تھا جب مسلمان اور ہندو ایک عظیم اتحاد کا مظہر تھے۔

جوش اصولوں پر سودے بازی کو ملک وقوم سے غدّاری تصوّر کرتے ہیں، انھوں نے علم سوز سیاست کو ہر دور میں انسان دشمن قرار دیا ہے۔ جوش کی سیاسی بصیرت، بے باکی اور اصولی حقائق پر مصلحت سے دوری کا اس بات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ انھوں نے اپنی شاعری سے صرف فرنگی استعماریت کے خلاف جدوجہد نہیں کی بلکہ مسلمان حاکموں کے طرزِ عمل کو اپنے شعری فرہنگ کے طاقتور ہتھیاروں سے ہدفِ تنقید بنایا، جب بات اصولوں پر آئی تو نظام حیدرآباد سے بھی ٹکرا گئے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ نہ صرف نوکری گئی بلکہ گھر بار بھی چھوڑنا پڑا۔ صدرِ پاکستان ایوب خان کے خلاف بھی ایک نظم لکھی نتیجتاً ان کو معاشی بندشوں کا سامنا کرنا پڑا اور ان کا پاسپورٹ بھی ضبط کرلیا گیا:

آپ سے میری گزارش ہے یہ صدرِ محترم دیکھ کر تاریخِ انسانی کی زلفوں کے یہ خم

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

آپ اس جرگے سے کہہ دیجے کہ اے قومِ لعیں میں فقط خادم ہوں اپنی قوم کا حاکم نہیں
چھین لیتے ہیں حوادث حاکموں سے کرسیاں خادموں کی مسندیں رہتی ہیں مثلِ کہکشاں (۱۱)

اس حقیقت سے انکار قدرے مشکل ہے کہ جوش نے جب ہندوستان کی شہریت ترک کرکے پاکستان میں سکونت اختیار کی تو اپنی باغیانہ مزاج کی وجہ سے حکومت کے عتاب کا شکار ہوئے۔(۱۲)

جوش کی پوری زندگی اُن کی بے مصلحت مزاج اور بے باک طبیعت کی ترجمانی کرتی نظر آتی ہے، ان شخصی خصوصیات کا اثر ان کی سیاسی شاعری پر واضح نظر آتا ہے۔

آوازِ حق بلند کرنے کے حوالے سے انھوں نے اپنی بے خوفی کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے ''...کلمۂ حق کے اظہار و اعلان میں اس بلا کا جری واقع ہوا ہوں کہ دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت سے دبنے کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔''(۱۳)

جرأت اظہار کی یہ خصوصیت جابجا جوشؔ کی سیاسی شاعری میں نمایاں ہے، ان کی سیاسی شاعری کے مطالعے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے تخلص 'جوشؔ' کا ان کی طبیعت سے گہرا تعلق ہے۔ جوش کی سیاسی شاعری کے متعلق ن۔م راشد کے کلمات انتہائی اہم ہیں وہ کہتے ہیں کہ ''ہمارے دور کے بہت کم ایسے شاعر ہیں جنھوں نے سیاسی آزادی کے لیے جوش سے زیادہ جوش وخروش سے کام لیا ہو۔''(۱۴) ہندوستان میں پیدا ہونے والے ہر سیاسی اور سماجی مسئلے پر جوشؔ کا قلم چلتا ہوا نظر آیا، وہ اپنی شاعری کے ذریعے کسی بھی سنگین مسئلے کی بابت اپنا ردِ عمل ظاہر کرتے تھے، کبھی ہندوستانیوں کی معاشی بدحالی پر قلم حرکت میں آیا تو کبھی سماجی ناانصافیوں اور ناہمواریوں پر، کبھی حکومتی جبر وتشدد پر تو کبھی لسانی وفرقہ ورانہ تعصّبات پر، کبھی توہم پرستی اور جہالت پر تو کبھی ناخواندگی پر:

حکمراں آج بھی ہے پیرِ مغاں کیا کہنا وہی دفتر ہے وہی مُہر و نشاں کیا کہنا
عقل کے دور میں بھی عشق نہیں ہے خاموش وہی نالے ہیں، وہی شورِ فغاں کیا کہنا

(باغی انسان، آیات ونغمات)

جوش نے آزادی سے قبل یعنی ۱۹۲۰ء سے لے کر ۱۹۴۷ء تک تقریباً تمام سیاسی نشیب وفراز پر سیاسی نظمیں لکھیں اور اس طرح اپنے سیاسی زاویہ نظر کو ہر خاص و عام تک پہنچایا۔ جوشؔ نے ہر سیاسی موڑ پر چاہے وہ تحریکِ خلافت ہو، سوراج، ترکِ موالات، ستیہ گرہ، رولٹ بل، سائمن کمیشن ہو، دوسری جنگِ عظیم ہو یا جلیاں والا باغ کا خونی واقعہ، انھوں نے ہر ہر سیاسی اُتار چڑھاؤ پر بہت کھل کر نظمیں لکھیں۔ بقول ڈاکٹر ہلال نقوی، ''۱۹۲۰ء اور ۱۹۳۰ء کے درمیان ہی جوش کے بہت واضح اور دوٹوک لہجے کی چنگاریاں نظموں میں نظر آنے لگی تھیں۔''(۱۵)

قسم اُس جوش کی، جو ڈوبتی نبضیں اُبھارے گا کہ اے ہندوستاں! جیسے ہی تو مجکو پکارے گا

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

مری تیغِ رواں باطل کے سر پر جگمگائے گی ترے ہونٹوں کی جنبش ختم بھی ہونے نہ پائے گی

(پیمانِ محکم، شعلہ و شبنم)

جوش کی سیاسی نظمیں ہندوستان کے سیاسی اور سماجی اُبال میں اس قدر مقبول ہوئیں کہ اس زمانے کے ہر شاعر نے جوش ملیح آبادی کے زیرِ اثر نظمیں لکھیں، جوش کی ایسی نظموں میں معرکتہ الآرا نظم ''ایسٹ انڈیا کمپنی کے فرزندوں کے نام'' سرِ فہرست ہے، اس شہرہ آفاق نظم کے متعلق اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا اس نظم کی تحریر نے ہی جوش کو شاعرِ انقلاب کا لقب عطا کیا۔ اس عنوان سے رفعت سروش کہتے ہیں کہ ''مجھے یہ اعتراف کرتے ہوئے فخر محسوس ہوتا ہے کہ میں نے سیاسی رہنماؤں کی تقریروں سے زیادہ جوش کی نظموں سے اثر قبول کیا اور دل میں وطن کی خدمت کے لیے ایک نئی حرارت اور تڑپ محسوس کی...''(۱۶)

ہاں بغاوت! آگ، بجلی موت آندھی میرا نام میرے گردو پیش اجل میرے جلو میں قتلِ عام
جنگ کے میداں میں میری سیف کی اللہ ری ضَو خاک بن جاتی ہے بجلی، برف دے اُٹھتی ہے لَو

(بغاوت، شعلہ و شبنم)

کس زباں سے کہہ رہے ہو آج تم سوداگرو دہر میں انسانیت کے نام کو اونچا کرو
سخت حیراں ہوں کہ محفل میں تمھاری اور یہ ذکر نوعِ انسانی کے مستقبل کی اب کرتے ہو فکر
مجرموں کے واسطے زیبا نہیں یہ شور و شین کل یزید و شمر تھے اور آج بنتے ہو حسینؑ
خیر، اے سوداگرو، اب ہے تو بس اس بات میں وقت کے فرمان کے آگے جھکادو گردنیں

(ایسٹ انڈیا کے فرزندوں سے خطاب، ''افکار''، جوش نمبر)

سامراجیت کے دور میں جوش نے جس طرح بانگِ دہل اور آزادی کے ساتھ اپنے سیاسی خیالات کا اظہار اپنی نظموں کے ذریعے کیا ایسا انداز کسی اور شاعر کی مزاحمتی شاعری میں نظر نہیں آتا یا یہ کہیے کہ ایسی جرأت کہیں اور نظر نہیں آتی ہے، جوش کی بے باکی کے متعلق کرشن چندر کہتے ہیں کہ ''اس برِصغیر میں انھوں نے اُس وقت حرّیت، صداقت اور آزادی کا علم بلند کیا جب دوسرے لوگ انگریزوں کی شان میں قصیدے کہتے تھے۔''(۱۷)

جوش نے سامراجیت کے مشکل دور میں ہندوستانیوں میں جذبہ آزادی کی لہر بیدار کرنے کے لیے شاعری کو ذریعہ بناتے ہوئے کسی قسم کی مصلحت سے کام نہیں لیا، جوش سے قبل اقبالؔ، حسرتؔ، چکبستؔ، شبلیؔ، حالیؔ، وغیرہ نے بھی آزادی کے گیت گائے تھے لیکن جوشؔ کی آواز سب سے طاقت ور سنائی دی، یہی وجہ ہے کہ قدآور شعرا کے درمیان بھی 'شاعرِ انقلاب' کا لقب صرف جوش کو حاصل ہوا، نتیجتاً ان کے زیرِ اثر نوجوان شعراء نے مزاحمتی شاعری

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

کا راستہ اختیار کیا، پروفیسر مظفر ملاٹھوی کے خیال میں ہندوستان میں ۱۹۳۵ء کے بعد اُبھرنے والے نئے شعرا نے اقبال سے زیادہ جوش کا اثر قبول کیا، ان شعراء میں اسرار الحق مجاز اور خلیل الرحمٰن کے نام نمایاں ہیں،[۱۸] جوش کے اس شاعرانہ اثر و نفوذ کے حوالے سے ڈاکٹر جمیل جالبی کا یہ قول قابلِ غور ہے،''جوش وہ شاعر ہیں جن کی شاعری نے کئی نسلوں کی آبیاری کی ہے۔''[۱۹]

جوش ملیح آبادی کے سیاسی افکار کا عمرانی مطالعہ کے ضمن میں ضروری ہے کہ جوشؔ کے تصورِ انقلاب کا بھی کسی حد تک جائزہ لیا جائے۔

جوش کا تصورِ انقلاب اور انقلابی شاعری

عام طور پر انقلاب سے مراد حکومتی یا معاشرتی نظام میں بڑے پیمانے پر یکسر تبدیلی سے لی جاتی ہے، امریکی ماہرِ عمرانیات آئن رابرٹسن کے مطابق موجودہ سیاسی یا سماجی نظام کا پرتشدد خاتمہ دراصل انقلاب کہلاتا ہے۔[۲۰]

> A revolution is the violent overthrow of an existing political or social system.

آئن رابرٹسن کے نزدیک انقلابات غیر معمولی واقعات ہوتے ہیں، جن کے رونما ہونے میں عام طور پر پیشگی شرائط موجود ہوتی ہیں، ان شرائط میں بڑے پیمانے پر ناانصافیاں، بڑھتی ہوئی توقعات، تبدیلی کی راہ میں رکاوٹیں، قانونی حیثیت کا نقصان، اور فوج کا غیر مؤثر ہوجانا وغیرہ شامل ہیں۔[۲۱]

> Revolutions are rare events, generally requiring several preconditions: widespread grievance, rising expectations, blockage of change, loss of legitimacy, and military breakdown.

انقلاب میں عام طور سے عوامی سطح پر بڑے پیمانے پر تشدد کا عنصر شامل ہوتا ہے، انقلابِ فرانس سمیت دنیا میں متعدد انقلابات رونما ہوئے ہیں جن کا مطالعہ یہ بتاتا ہے کہ حکومتوں یا سماجی نظاموں کا خاتمہ خون خرابے اور تشدد کے بغیر نہ ہوسکا، یہی صورتِ حال ہندوستان میں برطانوی سامراج کے اقتدار کے خاتمے سے مشروط رہی، کمیونسٹ رہنما ماؤزے تنگ کا یہ قول کہ 'تبدیلی بندوق کی نالی سے آتی ہے'[۲۲] اس مسئلے کی نزاکت کی صحیح طور سے وضاحت کرتا ہے۔

> Chinese communist leader Mao says, "change comes from the barrel of a gun."

معاشرتی نظام کی تبدیلی کے عزم کے ساتھ ہاتھوں میں حریّت و آزادی کے پرچم اُٹھائے انقلاب کی پُرخطر

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

گھاٹیوں سے گزرنا اتنا ہی مشکل ہے جتنا کہ بادِ مخالف کسی چراغ کو جلتا ہوا رکھنا یا کسی سیلاب زدہ دریا کو تیر کر پار کرنا، ڈاکٹر اختر حسین رائے پوری کے بقول ''پُلِ صراط کی طرح انقلاب کا رستہ بھی بڑا دشوار گزار ہے، بہت سے لوگ راہ میں تھک تھک کر رہ جاتے اور تصوف کے خندق یا نراج کی گھاٹی میں گر پڑتے ہیں۔''(۲۳)

تاریخِ ادبِ اُردو میں جب سیاسی و انقلابی شاعری کا باب کھلتا ہے اور بالخصوص ہندوستان کی آزادی سے پہلے کے دور کی بات ہو تو بڑی بڑی شخصیات دکھائی دیتی ہیں اور اُن کی توانا آواز سنائی دیتی ہیں۔ ان قدآور شخصیات میں آزادؔ، حالیؔ، اسماعیلؔ، شبلیؔ، اقبالؔ، ظفر علی خاں، چکبستؔ، حسرتؔ اور جوشؔ کے نام نمایاں ہیں جبکہ ان بزرگان کے بعد فیضؔ، مجازؔ، علی سردارؔ جعفری، جمیلؔ مظہری وغیرہ کے نام بھی اس راہ میں معتبر سمجھے جاتے ہیں، لیکن پروفیسر سید محمد عقیل کے خیال میں جوشؔ ملیح آبادی سے پہلے کسی اور اُردو شاعر نے لفظ انقلاب کو سیاسی مقصد اور منطق کے ساتھ استعمال نہیں کیا، گرچہ اقبال نے اپنی فارسی شاعری میں ۱۹۲۷ء میں اپنے مجموعہ کلام 'زبورِ عجم' میں انھیں معنیٰ میں اور تحرک کے ساتھ استعمال کیا ہے،(۲۴) لیکن اقبال کی اس پہل کے باوجود 'شاعرِ انقلاب' کا خطاب صرف جوشؔ کو عطا ہوا۔

خواب کو جذبۂ بیدار دیے دیتا ہوں قوم کے ہاتھ میں تلوار دیے دیتا ہوں

کام ہے میرا تغیّر، نام ہے میرا شباب میرا نعرہ انقلاب و انقلاب و انقلاب
(شعلہ و شبنم)

جوشؔ ملیح آبادی کی سیاسی اور انقلابی نظموں کے مطالعے سے ایک بات واضح طور پر ظاہر ہوتی ہے کہ جوشؔ نے ہندوستان کی خفتہ عوام کو جگانے کی بھرپور سعی کی ہے، جوشؔ ایک ایسے معاشرے میں تبدیلی کے خواہاں ہیں جہاں فرقہ واریت، لسانیت، نفرت، غربت، ذات پات، سامراجی حکومت اور پھر اس کے مظالم، غلامی، ملائیت، سماجی ناہمواریاں، مذہب کے نام پر قتلِ عام، عوامی غم و غصہ، طبقاتی حقارتیں، جہالت، ناخواندگی، جادو ٹونا اور غیر مدلل رسم و رواج نے عام انسانوں سے امن و آشتی کے ساتھ زندگی گزارنے کا بنیادی حق چھین کر سماج کو زندان بنا ڈالا ہے، جوشؔ اس سماجی گھٹن کو شدت سے محسوس کرتے ہیں اور یہ کہنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ:

نہ بوئے گُل نہ بادِ صبا مانگتے ہیں لوگ
وہ حبس ہے کہ لُو کی دُعا مانگتے ہیں لوگ

ہندوستانیوں کی حالتِ زار نے جوشؔ کے لب و لہجے میں چنگاریاں بھر دی تھیں، انھوں نے اپنے ہم وطنوں

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

کو غلامی کی ذلت آمیز زندگی سے نجات دلانے کے لیے اپنے قلم کو تلوار کی صورت استعمال کیا، جوش نے انقلابی شاعری اس لیے کی کہ وہ انسان کو مصیبت میں مبتلا نہیں دیکھ سکتے تھے، وہ جبر و استبداد سے بیزار ہیں وہ انسان پر انسان کے مظالم قبول نہیں کرتے۔(۲۵)

جوش قوم کو بیدار کرنا چاہتے ہیں اور اس معاشرتی اور سیاسی وظیفے کی انجام دہی میں وہ کہیں کہیں غضبناک بھی ہو جاتے ہیں اور سوئی ہوئی عوام کی غفلت کو تند و تیز الفاظ کے نشتر چبھوتے ہیں کہ شاید ہندوستان کے عوام برطانوی سامراج کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوں تاکہ ہندوستان غلامی کی ذلت سے نجات حاصل کر سکے۔ جوش نے تحریکِ آزادی کے درمیانی اور انتہائی زمانے میں اپنی شاعری سے انقلاب کے جلتے ہوئے شعلوں کو صرف ایندھن ہی فراہم نہیں کیا بلکہ انقلاب کے عنوان سے ہندوستانیوں کی ذہن سازی بھی کی، یہ وہ وظیفۂ معاشرتی تھا جسے بڑے بڑے شعرا، ادیب، فلاسفہ اور دانشور اپنے اپنے زمان و مکان میں انجام دیتے آئے ہیں، ڈاکٹر اختر حسین رائے پوری کے خیال میں کسی بھی ملک و قوم میں ہر سماجی اور سیاسی انقلاب سے قبل ذہنی انقلاب کی ضرورت ناگزیر ہوتی ہے۔(۲۶)

جوشؔ ایک ایسی قوم کو بیدار کرنے کی کوشش کرتے ہیں جس کو غلامی، غربت، محرومی، فرقہ واریت، ذات پات، سامراجیت، ناخواندگی اور جہالت جیسے خوفناک سماجی مسائل کی آگ چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے، ایسی صورت میں ایک سوئی ہوئی قوم کو سیاسی فلسفے کی بانسری بجا کر نہیں اٹھایا جا سکتا، یہ وہ منزل ہے جہاں جوش و جذبات پر مبنی لفظیات کے نشتروں سے عوام کے دلوں پر تابڑ توڑ حملے کیے جاتے ہیں تاکہ قومی غیرت ایک مسلسل خوابِ غفلت سے بیدار ہو سکے۔

جوش نے قوم کو بیدار کرنے کے لیے اپنی شاعرانہ گھن گرج سے کام لیا ہے یہی وجہ ہے کہ ڈاکٹر گوپی چند نارنگ نے انھیں اپنے عہد کی آواز قرار دیا ہے،(۲۷) ڈاکٹر گوپی چند نارنگ کے خیال میں جوش نے جس بہادری سے برطانوی سامراج کے خلاف ہندوستانیوں کے سینے میں بغاوت کا الاؤ جلایا وہ ہندوستان اور پاکستان کی ملکی تاریخ کا زندہ باب ہے۔(۲۸) جوش نے کیوں کہ کسی سیاسی فلسفے کی بانسری بجا کر ہندوستان کی سوئی ہوئی قوم کو بیدار کرنے کی کوشش نہیں کی اس لیے ان کے تصورِ انقلاب کو بعض ناقدین نے کم تر تصور کیا ہے یا اس تصور کو تسلیم ہی نہیں کیا اور اس کے اسباب میں یہ بھی کہا گیا کہ ان کی شاعری میں تلخی، تندی اور تخریب کا پہلو نمایاں ہے، ڈاکٹر محمد حسن نے جوش کے متعلق ناقدین کے ان خیالات کی نفی کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ ''انفرادی جذبے کی پوری شدت کے ساتھ تکمیل ہی ان کے نزدیک آزادی ہے، ان کے تصورِ انقلاب میں تندی اور تلخی ہے، اسی لیے بعض نقادوں

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

نے انھیں انقلاب کا مغنی کہنے سے احتراز کیا ہے۔ یہ دراصل بے انصافی کی بات ہے۔ جوش کی انقلابی شاعری کا زمانہ وہ تھا جب ہندوستانی سیاست میں انقلاب کا تصور نیا نویلا تھا۔ اس وقت تک اصلاح پسندی اور آئین پرستی کے گُن گانے والوں کی آوازیں مدھم نہیں ہوئی تھیں۔ سیاست میں لبرل ازم اور موڈریٹس (Moderates) کا بھی دور دورہ تھا، اس وقت آزادی اور انقلاب کے تصور کا بہت کچھ منفی اور تخریبی ہونا لازمی سا تھا۔''(۲۹) ڈاکٹر سید محمود الحسن نے بھی ناقدین کے اس خیال کو رد کیا ہے کہ جوشؔ کے تصورِ انقلاب میں تخریب کا پہلو نمایاں ہے، وہ کہتے ہیں کہ ''...اس انقلاب میں محض تخریب کا پہلو موجود نہیں ہے بلکہ زندگی کی تعمیر، حیات کا ارتقا اور عوام کی کامیابی سب کچھ مل جاتا ہے۔''(۳۰)

جوش کے انقلاب کو رومانی بھی قرار دیا گیا اور جوش کے تصورِ انقلاب کے متعلق اس طرح کا نظریہ رکھنے والے زیادہ تر وہ ناقدین تھے جن کا تعلق ترقی پسند تحریک سے تھا اور وہ مارکسی نظریات کے حامل تھے، ان کے نزدیک مارکسی سیاسی فلسفہ کے تحت پیدا ہونے والا انقلاب ہی صحیح معنی میں، انقلاب کہلایا جاسکتا تھا۔ معروف ترقی پسند شاعر اور نقاد علی سردار جعفری نے اس خیال کی نفی کی ہے کہ جوش کا تصورِ انقلاب رومانی ہے، وہ کہتے ہیں کہ ''بعض تہذیبی اور تمدنی تصورات جو مارکسزم کی دین ہے پہلی بار جوش کی شاعری کے سانچے میں ڈھلے ہیں پھر آخر یہ بات کیوں کہی گئی اور دُہرائی گئی کہ جوش کا تصوّرِ انقلاب رومانی ہے۔ کوئی شاعر انقلاب کا نظریہ ساز نہیں ہوتا، وہ انقلاب کا مطرّب ہوتا ہے، وہ آئیڈیالوجی کی تخلیق اور ترتیب نہیں کرتا۔''(۳۱)

جوش نے اپنی شاعری سے جو بنیادی کام لیا وہ مجاہدینِ آزادی کو حوصلہ و ہمت عطا کرنا تھا، اُن کے جذبات اُبھارنا تھا، خلیق انجم کے نزدیک جوش کے تصورِ انقلاب کو رومانی قرار دیا جانا بے مقصد تنقید کا نتیجہ ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ''پوری کوشش کے باوجود میری سمجھ میں نہیں آیا کہ 'عملی انقلابی' اور 'رومانی انقلابی' کے کیا تصورات ہوتے ہیں۔'' ان کے خیال میں ہندوستان میں انقلاب کے دو تصورات تھے، ایک تصور تو یہ تھا کہ ہندوستان کے ہر طبقے کو استبدادی قوت کے جبر سے آزادی دلائی جائے اور اسی تصور نے ہندوستان کی آزادی لڑنے والوں کے دل میں جذبۂ سرفروشی کو زندہ کر رکھا تھا، دوسرا تصورِ انقلاب اشتمالیت پسندوں کا تھا جو صرف حکومت کی تبدیلی ہی نہیں بلکہ سماج کے تمام سماجی اداروں میں تبدیلی لاکر غیر طبقاتی معاشرے کی تشکیل چاہتے تھے۔ خلیق انجم کے خیال میں اقبالؔ، حسرتؔ اور فیض سمیت کوئی بھی انقلاب کا باقاعدہ تصور پیش نہیں کرسکا کیوں کہ ان کا خیال ہے کہ شاعر اور ماہرِ علمِ سیاسیات میں فرق ہوتا ہے۔(۳۲) ڈاکٹر ہلال نقوری کا خیال ہے کہ جوشؔ کے بہت سے ناقدین انھیں ریفارمر یا نجات دہندہ دیکھنا چاہتے ہیں۔(۳۳) ہمارے ناقدین کو اس حقیقت کا ادراک ہونا چاہیے کہ جوشؔ اُس

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

عالمی طاقت کے خلاف برسرِ پیکار ہیں کہ جس کی حکومت کا سورج دنیا میں غروب نہیں ہوتا، برطانوی استعمار وہ قوت ہے جس نے ہندوستان میں اپنی ناجائز حکومت کے استحکام کے لیے انسانوں کے خون سے ہولی کھیلی ہے، کیا اس طاقتور سامراج سے خالص امن کے گیت گا کر آزادی کا حصول ممکن تھا، یقیناً جوش نے جس لب و لہجے کا انتخاب کیا یہ اُس دور کی ضرورت تھا، اس موضوع کی رعایت سے جوشؔ کا یہ جملہ انتہائی اہم ہے وہ کہتے ہیں کہ ''ایک کامیاب انقلابی ہی نجات دہندہ ہوسکتا ہے، اور اگر انقلاب ناکام رہا تو وہ محض ایک باغی ہوگا اور بس۔''(۳۴)

جوش کو استبدادی قوت کے خلاف آواز بلند کرنی تھی، جوش کے تصور انقلاب کے متعلق ڈاکٹر یحییٰ احمد کا خیال انتہائی درست معلوم ہوتا ہے اِن کے نزدیک جوش کے فلسفۂ انقلاب میں مسلسل اور متواتر انقلاب کی بازگشت ہے جو انسان کا حامی اور وقت کے تقاضوں سے مطابقت رکھتا ہے۔(۳۵)

انسانی ذہن سازی کے عنوان سے جوش کا خیال ہے کہ انسان کی فکرِ صحیح اور ذہن دراصل تمام انقلابات کا سرچشمہ ہوتا ہے، ان کے نزدیک جب تک انسان کا ذہن تبدیلی اور انقلاب سے دوچار نہ ہوگا اس وقت تک کسی انقلاب کی توقع بے معنی ہوگی۔(۳۶)

یہی وجہ تھی کہ جوش نے اپنے دل و دماغ میں موجود آزادی کی تڑپ کو دوسرے ادیب اور شاعروں میں منتقل کرنے کی کوشش کی تاکہ بیداریٔ ملت کی کوشش کو وسعت دی جاسکے وہ اپنے مضمون ''اُردو ادبیات میں انقلاب کی ضرورت'' میں لکھتے ہیں کہ ''...انقلاب، انقلاب ہر شے میں انقلاب، زندگی کے ہر شعبے میں انقلاب، آداب و رسوم میں انقلاب، نظریات و معتقدات میں انقلاب، مسلّمات و کلّیات میں انقلاب، سیاسیات و مذہبیات میں انقلاب، یکسر انقلاب، تمام تر انقلاب، اور مکمل انقلاب۔''(۳۷)

یہ بات واضح ہے کہ جوشؔ ایک انقلابی شاعر ہیں جو جبر و استبداد اور اُس کے نتیجے میں پیدا ہونے والی سماجی انتشار، غربت و افلاس، محرومی و مایوسی، فکری پسماندگی و ناخواندگی، جہالت، بغض و عداوت، مذہبی و نسلی نفرتیں اور طبقاتی امتیازات کی چکّی میں پسی ہوئی ہندوستانی قوم کو بیدار کرنا چاہتے ہیں، جوش سیاسی علوم کے ماہر نہیں ہیں، بقول پروفیسر احتشام حسین ''شاعری کو کسی سیاسی و معاشرتی فلسفہ حیات کا اسیر دیکھنا جوش کا خواب نہیں''(۳۸) مگر سماج میں بڑے پیمانے پر تبدیلی کے خواہاں ضرور ہیں، وہ ہندوستان میں زندگی کے تمام شعبوں میں یکسر اور تمام تر انقلاب چاہتے ہیں، ڈاکٹر سروشہ نسرین قاضی کا جوش کی انقلابی فکر کی متعلق یہ خیال کہ جوش کا انقلابی دائرۂ فکر صرف سیاست تک محدود نہ تھا بلکہ اس کی وسعت تمام شعبۂ حیات کو سمیٹے ہوئے ہے،(۳۹) بالکل درست معلوم ہوتا ہے۔ جوش برِصغیر کے گھٹن زدہ سماجی ماحول میں نقیبِ انقلاب ہیں۔

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

جوش تاریخ اُردو ادب کے وہ پہلے انقلابی شاعر ہیں جنھوں نے بلاخوف اور جھجک برطانوی استعمار کے ہندوستان پر ناجائز تسلط اور اُن کے مظالم خلاف کھل کر انقلابی نظمیں لکھیں اور ان نظموں کو مشاعروں میں ایسا پڑھا کہ مشاعروں کو سیاسی جلسوں میں تبدیل کر دیا۔(۴۰) یہ وہ دور تھا جب کسی شاعر تو کیا کسی سیاسی رہنما کے لیے بھی برطانوی حکومت کے خلاف بات کرنا آسان نہ تھا، لیکن جوش مصلحتوں سے بالا تر ہو کر شعلہ فشاں نظموں سے ہندوستانیوں کو پیامِ بیداری و انقلاب دیتے رہے، یہی وجہ ہے کہ ماہرین و ناقدین نے جوش کو انقلاب کی سب سے بڑی آواز قرار دیا ہے، ڈاکٹر جمیل جالبی نے جوش کو انقلاب کی تیغِ دو دھاری قرار دیا ہے جس نے سامراج اور آمریت کو خوں آلود کیا، ڈاکٹر جمیل جالبی جوش کے متعلق یہ بھی کہتے ہیں کہ ''اس سے بڑا انقلابی شاعر اُردو زبان نے پیدا ہی نہیں کیا۔''(۴۱) اسی موضوع کی رعایت سے خلیق انجم کا جملہ بھی اہم ہے وہ کہتے ہیں کہ ''جوش ہماری جنگِ آزادی کے سب سے قدآور شاعر ہیں''(۴۲) اس کے برعکس کچھ ناقدین ایسے بھی ہیں جنھوں نے جوش کی انقلابی شاعری کو محض نعرے بازی اور خطابت کی شاعری قرار دیا، ایسے قلم کاروں کے متعلق ڈاکٹر علی احمد فاطمی کا نظریہ قابلِ توجہ ہے، ان کے خیال میں جوش کی انقلابی اور احتجاجی شاعری کو نعرے بازی اور خطابت کی شاعری قرار دے کر نظر انداز کرنے کی کوشش کرنے والے دراصل للکار کی شاعری کے بجائے فریاد کی شاعری کے عادی ہیں۔(۴۳)

جوش اُن ناقدین کو بھی خاطر میں نہیں لائے جو اُن کی انقلابی شاعری کو محض نعرہ بازی اور لفاظی قرار دیتے رہے، جوش نے انقلابی شاعری سے عام ہندوستانیوں کے دلوں میں برطانوی استعمار کے خلاف نفرت بھر دی، اور پورے ہندوستان میں حصولِ آزادی کا جذبہ اُبھارا جس نے بالآخر غلامی کی زنجیروں کو پاش پاش کر دیا۔(۴۴)

اُردو ادب کے بڑے بڑے ناقدین و ماہرین اس نقطے پر متفق ہیں کہ جوش قادرالکلام شاعر تھے، انیسؔ اور نظیرؔ کی طرح لفظ شناسی اور لفظیات کا کثرت سے استعمال اُن کی شاعری کا خاص جوہر تھا، اپنی نظموں میں انھوں نے برطانوی استعمار کے خلاف جس طرح الفاظ کی طاقت کا استعمال کیا ہے اس کی نظیر اُردو میں شاید ہی کہیں ملے، انھوں نے لفظیات کے قوت سے اپنی انقلابی شاعری میں رزمیہ کیفیت اور گھن گرج پیدا کی ہے:(۴۵)

زندگی کیا، موت سے لیتا ہے ٹکّر آدمی ۔۔۔ کر دیا تو نے یہ ثابت اے دلاور آدمی
لشکروں کو روند سکتے ہیں بہتر آدمی ۔۔۔ کاٹ سکتا ہے رگِ گردن سے خنجر آدمی
آبگینے توڑ سکتے ہیں حصارِ سنگ کو ۔۔۔ ضعف ڈھا سکتا ہے قصرِ افسر و اورنگ کو(۴۶)

پروفیسر احتشام حسین کے مطابق جوش نے قومی تقاضوں کے تحت وقت کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے انقلاب و تغیر کے شعار کو داخلِ اُردو ادب کیا، اور اُس دور کے سبھی ادیبوں اور شاعروں کو انقلاب کی ضرورت کی

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

طرف متوجہ کیا تا کہ ہندوستان عظمت کے نقطۂ عروج پر پہنچ سکے، جوش نے ان الفاظ میں یاد دلایا کہ ’’ایک صحیح جنبشِ قلم ستر ہزار برہنہ تلواروں کے مقابلے میں زیادہ کارآمد آلۂ جنگ ہے۔‘‘[۴۷]

جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ جوش کا پہلا مجموعہ کلام ’روحِ ادب‘ ۱۹۲۰ء میں لکھنو سے شائع ہوا،[۴۸] اس گلدستۂ اشعار کی پہلی ہی نظم ’ترانۂ بیگانگی‘ کے پہلے بند کا بیت جوش کے نظریۂ انقلاب وسیاست کا ترجمان ہے:

دوسرے عالم میں ہوں دنیا سے میری جنگ ہے
تاجِ شاہی سے قدم بھی مس کروں تو ننگ ہے

یہ کہنا اب عبث نہیں ہے کہ جوش کی انقلابی وسیاسی شاعری کے آثار ان کے پہلے مجموعے کی اشاعت کے ساتھ ہی نظر آنا شروع ہو چکے تھے، لیکن پروفیسر احتشام حسین کے نزدیک جوش نے اپنی شاعری میں قومی مسائل کو نظم کرنا ۱۹۲۵ء میں شروع کیا اور کچھ عرصے بعد جوش کا ظہور ایک انقلابی شاعری صورت میں ہوا، جو اپنی نظموں کو تیر اور نشتر کی جگہ بطور ہتیار استعمال کرنے لگے اور حصولِ آزادی کی خاطر میدان میں اُتر آئے۔[۴۹]

جوش کی انقلابی نظمیں پڑھ کر یہ باخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ جوش نے اپنی اجداد کی تلوار کو قلم میں ڈھال لیا تھا، اور اپنی ادبی تخلیقات اور تقاریر سے عام افراد کو یہ احساس دلاتے رہے کہ اُنھیں معاشرتی استحصال کا اژدھا آہستہ آہستہ نگل رہا ہے، ایسی صورت میں کسی معاشرے میں انقلاب کی پیدائش یا سماجی تغیر انسانی بیداری کا ثمر ہوتے ہیں۔ انھوں نے ہندوستان میں برطانوی راج کے خلاف تحریکِ آزادی کو فروغ دینے میں اپنی انقلابی، سیاسی ونظریاتی شاعری کے ذریعے اہم کردار ادا کیا، جوش نے نہ صرف اپنے عہد سے متاثر ہو کر برطانوی سامراج کے خلاف آزادی کی جنگ میں اپنی شاعری سے بھرپور استفادہ کیا بلکہ انھوں نے واقعۂ کربلا سے استفادہ کرتے ہوئے فرنگی استعمار کے خلاف جدوجہدِ آزادی کو ’تازہ کربلا‘ کا نام دیا:[۵۰]

اس تازہ کربلا سے ہے نوع بشر دو چار
پھر نائب یزید ہیں دنیا کے شہریار

جوش نے ہندوستانی معاشرے کے سلگتے ہوئے سماجی مسائل پر انتہائی بے باکی سے اپنے خیالات کا اظہار کیا، جوش کی شاعری میں زندگی کے چھوٹے سے بڑے تقریباً ہر پہلو کی ترجمانی نظر آتی ہے، جوش نے عمرانی مظاہر کو اپنی شاعری میں بڑی خوبی سے اُجاگر کیا ہے،[۵۱] کہیں وہ بھوک اور افلاس کی مذمت کرتے ہیں تو کہیں انسانی جہل پر نوحہ خوانی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں تو کہیں ظالم حکمرانوں کو للکارتے ہیں اور کہیں عوامی فکری جمود اور بے حسی پر شکوہ کرتے ہیں:

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

جس دیس میں آباد ہوں بھوکے انسان احساسِ لطیف کا وہاں کیا امکان
اِک فکرِ معاش پر نچھاور سو عشق اک نانِ جویں پہ لاکھ مکھڑے قربان

جوش نے تقریباً ہر سیاسی و معاشرتی مسئلے پر نظم کہی اور اس طرح نظمیں لکھیں کہ بقول ڈاکٹر ہلال نقوی ''اس وقت جوش کی نظموں کا ایک سیلِ رواں تھا جس میں انقلاب کی سر پٹکتی موجیں آزادی کا ایک نیا منظر نامہ لکھتی نظر آرہی تھیں۔''(۵۲)

ہندوستان کے شہر کانپور میں ۱۹۳۰ء اور ۱۹۳۱ء کے درمیان رونما ہونے والے فرقہ ورانہ فسادات نے جوش کی سیاسی شاعری کو انقلابی شاعری میں بدل دیا، جوش کی سیاسی نظموں سے ہندوستان میں کہرام بپاہ ہوگیا، جوش اپنی شاعری میں وطن پرستی اور قوم پرستی کے مبلغ بن گئے:(۵۳)

جوش کی ایسی نظموں میں ایسٹ انڈیا کے فرزندوں سے خطاب، غلاموں سے خطاب، مقتلِ کانپور، آثارِ انقلاب، صدائے بیداری، بغاوت، روحِ استبداد کا فرمان، مستقبل کے غلام، غلاموں سے خطاب، سرمایہ دار شہریار، آدمی دے، اے خدا، نوجوان سے خطاب، روشنیاں، محرومِ تمغہ، وفاق، شکستِ زنداں کا خواب، لمحۂ آزادی، وطن، بارگاہِ قدرت میں ایک اشتراکی رند کا مشورہ، انسان کا ترانہ، باغی انسان، خونی بینڈ، تاج کا سایہ، اور وفادارانِ ازلی کا پیام ایسی نظمیں تھیں جن سے ہندوستانیوں کی ذہن سازی ہوئی اور اُنھیں آزادی کی اہمیت کا احساس دلایا، تحریکِ آزادی میں اُردو شاعری کے کردار اور جذبۂ بغاوت اُبھارنے کے عنوان سے جوش نے سب سے زیادہ جرأت واستقامت کا مظاہرہ کیا ہے:(۵۴)

گرج کڑک ہے، کڑک چمک ہے، چمک ہوا ہے، ہوا گھٹا ہے
بھرا ہوا غیظ میں سمندر فضا کی جانب ہمک رہا ہے
گرج کڑک ہے، کڑک چمک ہے، چمک ہوا ہے، ہوا گھٹا ہے
جھنن جھنن ہے، گھرڑ گھرڑ ہے، گھنن گھنن ہے دنا دنا ہے

فلک کے ہونٹوں پہ الحذر ہے زمین کے لب پہ الاماں ہے
کوئی خدا کے لیے بتاو کہ ناخدا کون ہے کہاں ہے؟(۵۵)

انھوں نے انسانی بیداری کا خواب دیکھا جس کی تکمیل کے لیے انھوں نے اپنی بے پایاں شاعرانہ صلاحیتوں کا سہارا لیا اور ظالم و جابر حکمرانوں، معاشرتی ناہمواریوں، مفاد پرست مذہبی ٹھیکداروں، استحصالی معاشی

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

نظام، قدیم کہنہ روایات و اساتیر، اور غیر عقلی مذہبی عقائد و رسومات کے خلاف لفظوں کے نشتر سے انسانی روح کو بیدار کرنے کی سعی کی، جوش کی انقلابی شاعری میں نئے نظامِ حیات کے قیام کی خواہش جذبۂ وطن پرستی، دنیا سنوارنے کی تمنّا اور انسان دوستی کی لہر جلوہ گر ہے۔(۵۶)

اُٹھ اور زمیں پہ نیا لالہ زار پیدا کر
نہ آئی ہو جو کبھی وہ بہار پیدا کر
بہار میں تو زمیں سے بہار اُبلتی ہے
جو مرد ہے تو خزاں میں بہار پیدا کر(۵۷)

جوش کی مختصر ترین نظم 'لمحۂ آزادی' اُن کے دل میں موجزن آزادی کے لیے قدر و قیمت اور غلام سے متعلق تنفر کی بھرپور ترجمان ہے:

سنو! اے بستگانِ زلف گیتی ندا کیا آرہی ہے آسماں سے
کہ آزادی کا اک لمحہ ہے بہتر غلامی کی حیاتِ جاوداں سے(۵۸)

جوش ایسے ماحول سے بیزار ہیں جس میں خیر کے مقابل شر زیادہ طاقت ور ہو، فرقہ واریت ہو اور نفرت عام ہو،(۵۹) فرقہ واریت کی مذمت میں ۱۹۳۱ء میں اپنی نظم 'مقتلِ کانپور'(۶۰) میں لکھتے ہیں:

اے جبینِ ارض کے داغ اے دنی ہندوستاں اے سیہ رو، بے حیا، وحشی، کمینے بدگماں
تُف ہے تیرے دین پر، لعنت ترے ایمان پر اس طرح انسان، اور شدت کرے انسان پر

جوش حُسن پرست بھی ہیں لیکن معاشرے کو بیدار کرنے کا جذبہ اُن میں اتنا توانا ہے کہ وہ جب ایک عورت کو چلچلاتی دُھوپ میں، مٹی میں آلودہ پتھر توڑتا ہوا دیکھتے ہیں تو بے ساختہ اپنی نظم 'حسن اور مزدوری'(۶۱) میں آواز دیتے ہیں کہ:

دستِ نازک کو رسن سے اَب چھڑانا چاہیے
اِس کلائی میں تو کنگن جگمگانا چاہیے

ہندوستان کی تحریک آزادی کے دوران جوش کی سب سے زیادہ توانا اور بڑی سیاسی آواز کی گھن گھرج سے انگریز سامراج کے ایوانوں میں لرزہ طاری تھا اور مغربی استعمار کی نیندیں حرام ہوگئی تھیں، بقول ڈاکٹر گوپی چند نارنگ ''انھوں نے فرنگیوں کو للکارا ہے اور سامراجی نظام کے پارہ پارہ ہونے کی نوید دی ہے۔''

یہ وہ دور تھا جب جوشؔ کی ولولہ انگیز فکری، انقلابی و سیاسی شاعری کو ہندوستان میں ایسی شہرت ملی جو علامہ

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

اقبال کے بعد کسی دوسرے شاعر کے حصے میں نہیں آئی۔ (۶۲)

کبھی جوش اپنے انقلابی افکار کے تحت جابر حکمرانوں کو لکارتے اور پھٹکارتے ہوئے نظر آتے ہیں تو کبھی شہر یاری اور تاجِ شاہی سے بیزاری اور برأت کا اظہار کرتے ہیں، تو کبھی بین المذاہب اتحاد و اتفاق کی ضرورت پر زور دیتے ہیں، جوش کا مقصد سرسید، حالیؔ، اکبرؔ اور اقبالؔ سے مختلف نہ تھا جس کے تحت انھوں نے بے خبر انسان کو اس کے صحیح مقام و منصب کے متعلق آگاہ کیا۔ (۶۳) ان کے نزدیک بادشاہوں، ظالم و جابر حکمرانوں کے آگے انسان کا سرنگوں ہونا انسانی سرفرازی و سربلندی کی توہین ہے۔ جوش نے صرف انقلاب کے تصور کو ہی فروغ نہیں دیا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ بغاوت کے بھی گیت لکھے ہیں، بغاوت کے باب میں نعیم السحر صدیقی نے اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ جوش نے زمانۂ غلامی میں بغاوت کے استعارے کو استعمال کیا ہے کیوں کہ وہ جانتے تھے کہ سیاسی نظام نو کی تشکیل میں بغاوت بعض اوقات ایک موثر آلۂ جنگ کی صورت ہوتا ہے: (۶۴)

کیا ہند کا زنداں کانپ رہا ہے گونج رہی ہیں تکبیریں
اُکتائے ہیں شاید کچھ قیدی اور توڑ رہے ہیں زنجیریں
آنکھوں میں گدا کے سرخی ہے بے نور ہے چہرہ سلطاں کا
تخریب نے پرچم کھولا ہے سجدے میں پڑی ہیں تعمیریں

حضرت جوش نے اپنی نظم ''ایسٹ انڈیا کمپنی کے فرزندوں کے نام'' سے نہ صرف سیاسی و انقلابی شاعری کو اوجِ کمال بخشا بلکہ فرنگی سامراج کی صفوں میں کھلبلی مچادی، انھوں نے نظم گوئی کے فن کو جس کمالِ مہارت سے تحریکِ آزادی کی کامیابی کے لیے استعمال کیا اس کی نظیر اُردو ادب کی تاریخ میں نہیں ملتی، علی سردار جعفری کے مطابق انقلابی شاعری اپنے عہد کی وہ صدا ہوتی ہے جو تحریکاتِ زمانہ میں جذب ہوکر اس عہد کی ہم آواز ہوجاتی ہے، اس کی مثال ۱۹۳۹ء میں لکھی گئی جوش کی نظم ''ایسٹ انڈیا کمپنی کے فرزندوں کے نام'' ہے جو اشاعت کے بعد اُس زمانے کا انقلابی شعار بن گئی۔ (۶۵)

کس زباں سے کہہ رہے ہو آج تم سودا گرو
دھر میں انسانیت کے نام کو اونچا کرو
(شعلہ وشبنم)

جوش نے ہندوستان کی تحریکِ آزادی کے دوران اپنی سیاسی وفکری شاعری سے انقلابی تبلیغات کا اس دور کے لحاظ سے اہم ترین کام، ہر ہر مقام اور موقع پر جاری رکھا، جوش آزادی کے مقابل ہر فکر، نظام حکومت اور نظام

ISSN: 2519-6332 (Print),   ISSN: 2708-1915 (Online)

زندگی کو مسترد کرتے ہیں جو انسان کو اسیر کر کے اُس کی فکری پرواز میں حائل ہوتے ہیں، جوش اگر مغربی سرمایہ داری کے دشمن ہیں تو وہ جاگیرداری کو بھی سماج کے لیے ناسور سمجھتے ہیں۔ جوش آزادی کے مدح اور غلامی کی مذمت میں کوئی کسر نہیں رکھتے۔

وہ بے باکی سے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں، علی سردار جعفری کے نزدیک جوش حرفِ برہنہ کے سخن ور ہیں، انقلابی یا للکار کی شاعری حرف برہنہ کے بغیر ممکن نہیں ہے،(۶۶) جوش کی جرأت اظہار کا یہ عالم تھا کہ انھوں نے صاحبانِ اقتدار کی موجودگی میں بڑی بہادری سے حکومتی مظالم کو شدت سے ہدفِ تنقید بنایا۔ اور یہ جوش ہی تھے جنھوں نے نہ صرف ہندوستان کی تحریک آزادی کو تازہ کربلا کا نام دیا بلکہ سامراج کو یزیدِ عصر اور شمرِ عصر قرار دیا اور اپنے شہرہ آفاق مرثیے 'انقلاب اور حسینؑ' میں بانگ دہل لوگوں کو آمادۂ جہاد کیا:(۶۷)

تلوار شمرِ عصر کے سینے میں بھونک دو
ہاں جھونک دو یزید کو دوزخ میں جھونک دو

جوش 'انقلاب اور حسینؑ' کے ایک بند میں اس طرح مجاہدین کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں کہ:(۶۸)

اور بالخصوص جب ہو حکومت کا سامنا   رعب و شکوہ و جاہ و جلالت کا سامنا
شاہانِ کج کلاہ کی ہیبت کا سامنا   قرنا و طبل و ناوک و رایت کا سامنا
لاکھوں میں ہے وہ ایک کروڑوں میں فرد ہے   اس وقت جو ثبات دکھائے وہ مرد ہے

جوش فکری و ذہنی سطح پر ہندوستان میں انقلاب کی راہیں ہموار کرنے کا اہم ترین سماجی وظیفہ انجام دینے میں اس قدر متحرک اور منہمک تھے کہ انھوں نے مرثیے کے موضوعات میں بھی انقلاب کی گونج پیدا کردی، بقول ڈاکٹر ہلال نقوی ''مرثیے کو سامراج کے خلاف پہلی بار جوش نے استعمال کیا۔''(۶۹)

مرثیے کے میدان میں اپنی آمد کے اسباب میں جوش نے خود ایک انٹرویو میں بتایا تھا کہ ۱۹۴۱ء میں سات محرم کو ان کی ایک بڑے انگریز افسر سے ملاقات ہوئی، گفتگو کے دوران جب اُس انگریز افسر نے یہ کہا کہ مسلمان حسینؑ پر صرف اشک باری کرتے ہیں مگر حسینؑ کی اسپرٹ سے واقف نہیں ہیں اور اگر یہ مسلمان حسینؑ کی اسپرٹ کو سمجھ لیں تو تین مہینے میں برطانوی حکومت کا خاتمہ ہو جائے، یہ وہ وجہ تھی کہ جوش ایک نئے عزم کے ساتھ مرثیے کے میدان میں آئے۔(۷۰) اگرچہ مرثیے کا تاریخی کردار یعنی حسینؑ ابنِ علیؑ کی آفاقی شخصیت اور اُن کا اپنے ہی لہو میں نہا کر عالم انسانیت کو سرفرازی و سربلندی کے ساتھ زندگی گزارنے کا عالمی سبق ہر دور میں ہر قوم و نسل کے لیے

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

مشعلِ راہ ہے لیکن جوش نے مرثیے کے قدیم موضوعات میں اس جولانیِ فکر کا احیاء کر کے جدید مرثیے کی بنیاد رکھی:

زہر سے لبریز ہے جام حسینؑ ابنِ علیؑ جان دینا ہو تو لو نامِ حسینؑ ابنِ علیؑ(۷۱)

رعبِ سلطانی کو ٹھکراو تو لو نامِ حسینؑ بولتے رن میں نہ گھبراو تو لو نامِ حسینؑ(۷۲)

جوش کی تمام شاعری میں صبر، جاں بازی، سرفروشی، استقامت، عزم و استقلال کی تعلیمات اس لیے ہیں کہ انھوں نے شہیدِ انسانیت امام حسینؑ کی شخصیت کا سیاسی بنیادوں پر مطالعہ کیا ہے۔(۷۳)

جوش نے صرف انقلاب کے تصور کو ہی فروغ نہیں دیا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ بغاوت کے بھی گیت لکھے ہیں، خود جوش نے ’آیات و نغمات‘ کے ایک حاشیے میں لکھا ہے کہ ”حکومتِ باطل سے بغاوت کرنا بہت بڑی عبادت ہے۔“(۷۴)

جوش کی شاعری میں جگہ جگہ جذبۂ حب الوطنی کا غلبہ نظر آتا ہے:

تڑپ کہ مجھ کو پکارا ہے ملک و ملّت نے اب آج سے مجھے پروائے ننگ و نام کہاں

لبِ حیات نے چھیڑا ہے قصۂ خونیں مری زبان کو اب رخصت کلام کہاں

(ترکِ جمود، شعلہ و شبنم)

جوش پر یہ تنقید کہ ان کے سیاسی و انقلابی نظریات سنجیدہ غور و فکر کا نتیجہ نہیں ہیں غیر معقول لگتی ہے، ”مقالاتِ جوش“ میں جوش خود کہتے ہیں کہ آپ کو معلوم نہیں کہ میں سقراط، مُزدک، زرتُشت، گوتم بدھ، مہاویر، تلسی داس، کنفیوشس، مسیح، کبیر داس، گرونانک، مارکس، نطشے اور برٹینڈرسل کا بھی دل و جان سے شیدائی ہوں۔“(۷۵) جوش ایک صاحبِ مطالعہ، علم و تحقیق کے دلدادہ انسان تھے جبکہ عقلیت پرستی ان کا ایمان تھی۔

اس دھن میں کہ دل عقل کے شیدا ہو جائیں آفاق کے اسرار ہویدا ہو جائیں

مدت سے گرا رہا ہوں تخمِ افکار شاید کہ نئے درخت پیدا ہو جائیں

(نجوم و جواہر)

جوش نے ہندوستان کے تقریباً ہر خوں رستے سیاسی اور سماجی مسئلے کو اپنی شاعری کا موضوع بنایا ہے۔ جوش اتحاد بین المذاہب کے بہت بڑے داعی تھے، وہ فرقہ وارانہ رنجشوں اور نفرتوں کا ہندوستان سے خاتمہ چاہتے تھے، اس عنوان سے جوش کی نظم ’مقتلِ کانپور‘ غیر معمولی شعری اثر و نفوذ کی حامل ہے۔ جوش اپنی انقلابی و سیاسی تبلیغات میں شریک حیات کی ذہن سازی کو بھی فوقیت دیتے ہیں، کہتے ہیں:

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

اے شریکِ زندگی اس بات پر روتی ہے تو کیوں مرا ذوقِ ادب ہے مائلِ جام و سبو
کس لیے اس پر نہیں روتی کہ شمشیرِ وطن بن چکی ہے بزمِ محکومی کی شمعِ انجمن

(شریکِ زندگی سے خطاب، شعلہ وشبنم)

کسی بھی انقلاب میں تعلیمی اداروں اور طلبہ و طالبات کا کردار کلیدی ہوتا ہے، اور جوش اس حقیقت سے خوب واقف ہیں، جب طالبات سے مخاطب ہوتے ہیں تو نوخیز ذہنوں میں بیداری کی لہر پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اور کہتے ہیں:

پاؤں رکھتے ہو دمِ گل گشت کس کس ناز سے اے میں قرباں! رن میں نکلو گے اسی انداز سے
شغلِ زینت سے تمھیں فرصت مگر ملتی نہیں کیا تمھارے پاؤں کے نیچے زمیں ہلتی نہیں

(نازک اندامانِ کالج سے خطاب، شعلہ وشبنم)

جوش سے صرف اتحاد بین المذاہب کی اہمیت پر ہی زور نہیں دیا بلکہ انھوں نے اتحاد بین المسلمین کی ضرورت کو بھی اجاگر کیا:

مومن و مسلم کا بخشا تھا تمھیں اس نے خطاب
شیعہ و سُنّی کا نازل کرلیا تم نے عذاب

(کافرِ نعمت مسلماں، شعلہ وشبنم)

مسلمانوں کے بعض غیر عقلی عقائد کو ہدفِ تنقید بناتے ہوئے جوش اُنھیں اس طرح آمادۂ جہاد کرتے ہیں:

جھومتا ہے کون قوالوں کے ہر اک بول پر کون یہ عرسوں میں پہروں ناچتا ہے ڈھول پر
پشتِ مرکب چھوڑ کر تکیوں پہ ہے کس کا مدار جنگ کے میداں میں کس نے پھینک دی ہے ذوالفقار

(کافرِ نعمت مسلماں، شعلہ وشبنم)

ہندوستان کے سیاسی اُتار چڑھاؤ اور برطانوی سامراج کے اوچھے سیاسی ہتھکنڈوں پر جوش کی گہری نظر تھی، ۲۶/جنوری، ۱۹۳۰ء کو جب کانگریس نے 'آزادیِ کامل' کا اعلان کیا تو جوش نے نظم 'خریدار تو بن' میں اس مسئلے کی نزاکت پر اس طرح روشنی ڈالی:

اے دل! آزادیِٔ کامل کا سزاوار تو بن پہلے اُس کاکُلِ پیچاں کا گرفتار تو بن
آشیاں خود سے بنا دیگی مشیّت تیرا کھیل تُو آگ سے، بجلی کا خریدار تو بن

(خریدار تو بن، شعلہ وشبنم)

ISSN: 2519-6332 (Print),   ISSN: 2708-1915 (Online)

جوش کی نظم 'زوالِ جہاں بانی' بھی ان کی سیاسی بصیرت کی ترجمان ہے، یہ نظم سائمن کمیشن اور گول میز کانفرنس جیسی سیاسی سرگرمیوں کے متعلق ہے، جوش قوم کو بیدار کرنے کا اپنا سماجی وظیفہ اس طرح انجام دیتے ہیں:

سُن اے غافل! کہ تا روزِ قیامت نسلِ شاہی سے   نہ ہوگا بزمِ انسانی کا صدرِ انجمن پیدا
اُٹھائے گا کہاں تک جوتیاں سرمایہ داری کی   جو غیرت ہو تو بنیادیں ہِلادے شہریاری کی
تڑپ، پیہم تڑپ، اتنا تڑپ، برقِ تپاں بَن جا
خدارا اے زمینِ بے حقیقت! آسماں بَن جا

(زوالِ جہانبانی، شعلہ وشبنم)

سائمن کمیشن جب آیا تو جوش نے نظم 'دامِ فریب' لکھی:(۷۶)

لگی ہے گھات میں مدت سے تیری   فرنگی کی نگاہِ جاودانہ
عدو تیری گرفتاری کی خاطر   مہیا کررہا ہے آب و دانہ

(دامِ فریب، شعلہ وشبنم)

ان کی نظم 'پیمانِ محکم' بھی سیاسی شعور کی مظہر اور وطنیت کے جذبے سے سرشار ہے، اس نظم میں انھوں نے وطن پرستی کے پاکیزہ نشّے میں چور وطن سے اُس پر قربان ہونے کا عہد و پیماں کیا ہے:

قسم اُس جوش کی جو ڈوبتی نبضیں اُبھارے گا   کہ اے ہندوستاں جیسے ہی تُو مجکو پکارے گا
مری تیغِ رواں باطل کے سر پر جگمگائے گی   ترے ہونٹوں کی جنبش ختم بھی ہونے نہ پائے گی

(پیمانِ محکم، شعلہ وشبنم)

جوش کی نظم 'غلاموں سے خطاب' ایک ایسی نظم ہے جس میں جوش نے ہندوستانیوں کو بیدار کرنے کے لیے لفظوں کے نشتر چلائے ہیں، شاعر جب فرنگی استعمار کے مظالم کے مقابل ہندوستانیوں کی خاموشی اور سیاسی فضاء میں سکوت دیکھتا ہے تو ہندوستان کے غلاموں سے انتہائی غیض وغضب کے عالم میں مخاطب ہوتا ہے:

اے ہند کے ذلیل غلامانِ روسیاہ   شاعر سے تو ملاو خدا کے لیے نگاہ
تُو چُپ رہا، زمین ہلی، آسماں ہلا   تجھ سے تو کیا، خدا سے کروں گا میں یہ گلا
اِن بزدلوں کے حسن پہ شیدا کیا ہے کیوں؟   نامرد قوم میں مجھے پیدا کیا ہے کیوں؟

(غلاموں سے خطاب، شعلہ وشبنم)

جب برطانوی راج کے خلاف سول نافرمانی اور قانون شکنی کی تحریک کا آغاز ہوا تو ہندوستان میں ایک سیاسی

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

اور سماجی زلزلہ پیدا ہوگیا، خون خرابہ عام ہوگیا، جیلیں بھری جانے لگیں، اس گمبھیر اور خونچکاں سیاسی صورتِ حال کے باوجود جوش کے پائے استقامت کو جنبش نہ ہوئی، بقول پروفیسر احتشام حسین ''... قید، قتل، خون اور ضبطِ املاک کا بازار گرم ہوا، جیل خانے بھرے جانے لگے، بڑے بڑے ہمّت والے خاموش ہوگئے، لیکن جوش نے ۱۹۳۱ء میں لکھا:''(۷۷)

لو آگیا وہ کوئی گلستاں لیے ہوئے چہرے پہ رنگِ صبح درخشاں لیے ہوئے
یہ رنگ کیا ہے کشورِ ہندوستاں کا آج ہر ذرّۂ حقیر ہے بُستاں لیے ہوئے
یعنی ہر ایک ذرّہ ہے خونِ وفا سے سرخ اور سرخیاں ہیں روضۂ رضواں لیے ہوئے
اس موجِ خوں سے دل میں نہ لانا کبھی ہراس یہ موجِ خوں ہے لعلِ بدخشاں لیے ہوئے
جوش اہلِ دل کے پاؤں کی زنجیر پر نہ جا یہ سلسلہ ہے زلفِ پریشاں لیے ہوئے

(زندان کا گیت، شعلہ وشبنم)

جوش صاحب آزادیِ خیال اور آزادیِ رائے کے بھی مُبلّغ تھے، اس آزادی کا استعمال جوش نے اپنی شاعری میں بہ بانگِ دہل کیا ہے:

یہ تا بزباں سخن کے لانے والے یہ اپنے ہی خون میں نہانے والے
واللہ کہ ہیں چشم و چراغِ آفاق یہ فکر کو آواز بنانے والے!

جوش کے سیاسی و انقلابی شاعری کے کسی بھی زاویے کا مکمل احاطہ کرنا جُوئے شیر لانے کے مترادف ہے کیوں کہ معروف ادیب و تاریخ نویس ڈاکٹر جمیل جالبی کے خیال میں جوش نے تمام جغرافیائی اور طبقاتی حد بندیوں سے ماورا ہو کر اپنی شاعری سے پوری انسانیت کو متاثر کیا ہے، جوش کی رزمیہ شاعری کا اگر مختصر سا جائزہ لیا جائے تو جوش کے متعلق ڈاکٹر جمیل جالبی کے کلمات کی صحیح طور سے معرفت پیدا ہوتی ہے، وہ لکھتے ہیں کہ ''اِن کی شاعری نے برِعظیم کی جنگِ آزادی میں وہ لاثانی کردار ادا کیا کہ شاید ہی برِعظیم پاک و ہند کی کسی بھی زبان کے کسی اور شاعر کے بارے میں یہ بات کہی جا سکے۔''(۷۸)

عظمتِ جوش کے بیان میں یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ اُردو شاعری کا وہ دور جو انگریز استعمار سے جنگ اور ہندوستان کی تحریکِ آزادی سے متعلق ہے اس دور کی پہچان جوش ملیح آبادی ہیں۔(۷۹)

فلاحِ انسانیت اور احترام آدمیت جوش کے سیاسی افکار کے کلیدی عناصر ہیں، جوش کے نزدیک سیاست اس کے سوا کچھ اور معنی نہیں رکھتی کہ یہ سماجی اور معاشی سلگتے ہوئے مسائل کے سدِ باب کا وسیلہ بنے، جوش کا سیاسی اُفق

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

فروغِ انسانیت اور ایک ایسے معاشرے کی تشکیل ہے، جہاں ہندوستانی اپنی مرضی سے آزادی وحرّیت کے ساتھ خوش حال زندگی بسر کرسکیں۔ جوشؔ کا دل احترام آدمیت کے جذبۂ درویشانہ سے مملو تھا لیکن اس کے باوجود اِن کے دل میں فرنگیوں سے نفرت بھی موجود تھی جس کی وجہ انگریزوں کا نظریہ استعماریت یا نوآبادیاتی نظام تھا جس کے تحت فرنگی استعمار نے نہ صرف ہندوستان پر ناجائز برطانوی تسلط قائم کیا بلکہ ہندستانیوں کو اُن ہی کے مالی وسائل سے محروم کردیا اور مقبوضہ ہندوستان کے شہریوں کو فقر و فاقے کی زندگی گزارنے پر مجبور کردیا گیا، جوش کی انگریزوں سے نفرت اور مخالفت کی وجہ برطانوی سرکار کی ظالمانہ اور جابرانہ حکومتی پالیساں تھیں، پروفیسر احتشام حسین نے بھی اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ سامراج دشمنی اور انگریزوں سے عداوت جوش کی سیاسی شاعری کی اساس تھی۔(۸۰) جوشؔ شاعری کو پیغام رسانی اور ہدایت دینے کا ایک اہم ذریعہ سمجھتے تھے،لہٰذا وہ صرف عوامی سطح پر ہی نہیں بلکہ سیاسی رہنماؤں کی سطح پر بھی رہنمائی کے فرائض سرانجام دینا چاہتے تھے۔انھوں نے سیاستدانوں کی رہنمائی کا کام بھی بہ حسن خوبی سرانجام دیا اور اپنے افکارِ سیاسی و انقلابی سے غلام اذہان میں اُمیدِ آزادی کے نئے چراغ روشن کیے۔

ہندوستان کے خاص و عام میں جوش کے اس اثر ونفوذ کے پیشِ نظر امام اکبر آبادی نے توفکرِ جوش کو اقبالؔ کے مقابلے میں زیادہ ہمہ گیر قرار دیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ ’’جوش کا پیام، اقبال کی طرح اسلامیات کے دائرے میں محدود نہیں ہے بلکہ یہ تمام انسانوں کو حصولِ آزادی کی طرف آواز دیتا ہے۔‘‘(۸۱)

پورے ہندوستان میں جوش کی سیاسی نظموں کی دھوم تھی، متعدد بار انگریز سرکار نے ان رسائل کے مخصوص شماروں پر پابندی بھی عائد کی جنھوں نے جوش کی انقلابی نظموں کی اشاعت کا بندوبست کیا تھا،سیاسی اُبال میں مبتلا ہندوستان میں جوشؔ کی سیاسی شاعری کے اثر ونفوذ کی وسعت کا یہ عالم تھا کہ ڈاکٹر محمد حسن کے بقول’’میں نے ایک سے زیادہ اہم اور بلند مرتبہ سیاسی رہنماؤں کو یہ اعتراف کرتے سنا ہے کہ: وہ پہلی بار جوش کی نظم سن کر یا اس سے متاثر ہوکر سیاست اور قومی آزادی کی لڑائی میں شامل ہوئے۔‘‘(۸۲)

حواشی

۱۔ محمد محمود فیض، حسن علی جعفری (مرتبین)، ’’فرہنگِ سیاسیات‘‘، (نئی دہلی: ترقی اُردو بیورو، ۱۹۸۴ء)، ص ۲۶۳

۲۔ پروفیسر جگن ناتھ آزاد، ’’جوش کی مفکرانہ شاعری‘‘، مشمولہ ’’جوش ملیح آبادی: خصوصی مطالعہ‘‘، مرتب قمر رئیس، (دہلی: جوش انٹرنیشنل سیمینار کمیٹی، ۱۹۹۳ء)، ص ۳۶

۳۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی، ’’شاعرِ انقلاب‘‘، مشمولہ ’’دیوانِ جوش‘‘، مرتب ضیا ساجد، (لاہور: خیام پبلشر، ۱۹۹۶ء)، ص ۵۵

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

۴۔ جوش ملیح آبادی، ''آیات ونغمات''، (لاہور: مکتبۂ اُردو، ۱۹۴۱ء)، حاشیہ ص ۱۶۹، بار اوّل

۵۔ عالیہ امام، ''باتیں ہماری یاد رہیں''، مشمولہ ''جوش شناسی''، مرتبہ کاظم علی خاں، (لکھنؤ: شیعہ کالج، ۱۹۸۶ء)، ص ۲۴۲

۶۔ ایضاً، ص ۲۵۰

۷۔ جوش ملیح آبادی، ''جنون وحکمت'' (رباعیات)، (دلّی: کریم بک ڈپو، ۱۹۳۷ء)، ص ۸، بار اوّل

۸۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی، ''شاعرِ انقلاب''، مشمولہ ''جوش بانی''، نمبر ۱، شمارہ جنوری تا جون، ۲۰۰۸ء، جوش لیٹریری سوسائٹی، انڈیا، کینیڈا، (الٰہ آباد: سٹی آفسٹ پریس، ۲۰۰۸ء)، ص ۳۸

۹۔ جوش ملیح آبادی، ''یادوں کی برات''، (کراچی: جوش اکیڈمی، ۱۹۷۰ء)، ص ۲۰۵

۱۰۔ ایضاً، ص ۲۰۶

۱۱۔ جوش ملیح آبادی، ''خطاب بہ صدرِ پاکستان''، مشمولہ ماہ نامہ ''افکار''، جوش نمبر، (کراچی: مکتبۂ افکار، ۱۹۶۱ء)، ص ۲۸

۱۲۔ شاہد ماہلی، ''جوش کی شاعرانہ عظمت''، مشمولہ ''جوش بانی''، نمبر ۴، شمارہ، جنوری تا جون، ۲۰۱۰ء، جوش لیٹریری سوسائٹی (انڈیا، کینیڈا)، (الٰہ آباد: سٹی آفسٹ پریس، ۲۰۱۰ء)، ص ۶۳

۱۳۔ جوش ملیح آبادی، ''خطرناک اقدام''، مشمولہ مشمولہ ماہ نامہ ''افکار''، جوش نمبر، محولۂ بالا، ص ۱۶

۱۴۔ ن م راشد، ''جدید اُردو شاعری''، مشمولہ ''۱۹۶۲ء کے بہترین مقالے''، (لاہور: مکتبہ جدید، ۱۹۶۳ء)، ص ۱۰۱، طبع اوّل

۱۵۔ ڈاکٹر ہلال نقوی، ''جوش ملیح آبادی: شخصیت اور فن''، (اسلام آباد: اکادمی ادبیات پاکستان، ۲۰۰۷ء)، ص ۶۵

۱۶۔ رفعت سروش، ''جوش کا اثر میری شخصیت اور شاعری پر''، مشمولہ ''جوش ملیح آبادی: تنقیدی جائزہ''، مرتبہ، خلیق انجم، (نئی دہلی: انجمن ترقی اُردو (ہند)، ۱۹۹۲ء)، ص ۲۰۵

۱۷۔ کرشن چندر، ''پیغامات، تاثرات''، مشمولہ ماہ نامہ ''افکار''، جوش نمبر، محولۂ بالا، ص ۶۳۵

۱۸۔ پروفیسر مظفر ملاٹھوی، ''اُردو شاعری میں جوش کا مقام'' مشمولہ ''حضرت جوش ملیح آبادی: شخصیت، فن و افکار''، مؤلفہ صبغت اللہ سید برنی، (کراچی: ناشر اُردو اکیڈمی سندھ، ۱۹۸۴ء)، ص ۱۹۰

۱۹۔ ڈاکٹر جمیل جالبی، ''آزادی کے رجز خواں جوش''، مشمولہ ''حضرت جوش ملیح آبادی: شخصیت، فن و افکار''، ایضاً، ص ۱۳۸

۲۰۔ آئن رابرٹسن (Ian Robertson)، ''سوشیالوجی''، (نیویارک: ورتھ پبلشرز انکارپوریٹیڈ، ۱۹۸۷ء)، ص ۵۲۵، طبع سوم

۲۱۔ ایضاً، ص ۵۳۰

۲۲۔ ایضاً، ص ۵۱۹

۲۳۔ ڈاکٹر اختر حسین رائے پوری، ''ادب اور انقلاب''، (حیدرآباد دکن: ادارۂ اشاعتِ اُردو، ۱۹۴۳ء)، ص ۹۳، بار اوّل

۲۴۔ پروفیسر سیّد محمد عقیل، ''جوش کی شاعری میں انقلاب، بغاوت اور ملیٹینسی''، مشمولہ ''جوش بانی''، نمبر ۲، شمارہ جولائی تا دسمبر، ۲۰۰۸ء، جوش لیٹریری سوسائٹی (انڈیا، کینیڈا)، (الٰہ آباد: سٹی آفسٹ پریس، ۲۰۰۸ء)، ص ۱۰

۲۵۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی، ''شاعرِ انقلاب''، محولۂ بالا، ص ۳۸

۲۶۔ ڈاکٹر اختر حسین رائے پوری، ''ادب اور انقلاب''، محولۂ بالا، ص ۱۰۶

۲۷۔ ڈاکٹر گوپی چند نارنگ، ''کلیدی خطبہ''، مشمولہ ''جوش شناسی''، چوتھا شمارہ، (کراچی: الفاظ فاونڈیشن، ۲۰۰۹ء)، ص ۳۲

۲۸۔ ایضاً، ص ۳۳

۲۹۔ ڈاکٹر محمد حسن، ''شناسا چہرے''، (علی گڑھ: ایجوکیشنل بک ہاؤس، ۱۹۷۹ء، ص ۲۸، طبع اوّل

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

۳۰۔ ڈاکٹر سید محمود الحسن، ''جوش کی شاعری میں فکری پہلو''، مشمولہ ''جوش شناسی''، مرتبہ کاظم علی خاں، ناشر شیعہ کالج لکھنؤ، ۱۹۸۶ء، ص ۱۳۲
۳۱۔ علی سردار جعفری، ''جوش کی معنویت''، (ایک مکتوب)، مشمولہ ''جوش ملیح آبادی: خصوصی مطالعہ''، مرتبہ ڈاکٹر قمر رئیس، (دہلی: تخلیق کار پبلشرز، ۲۰۰۵ء)، ص ۱۴۶، طبع دوم
۳۲۔ خلیق انجم، ''حرفِ آغاز''، مشمولہ ''جوش ملیح آبادی: تنقیدی جائزہ''، مرتبہ خلیق انجم، محولۂ بالا، ص ۱۷، ۱۸
۳۳۔ ڈاکٹر ہلال نقوی، ''جوش ملیح آبادی: شخصیت اور فن''، (اسلام آباد: ناشر اکادمی ادبیات پاکستان، ۲۰۰۷ء)، ص ۹۷
۳۴۔ جوش ملیح آبادی، ''مسائلِ حیات''، مشمولہ ماہ نامہ ''کلیم''، دہلی، شمارہ مئی ۱۹۳۶ء، ص ۳
۳۵۔ ڈاکٹر یحییٰ احمد، ''مجاہدِ آزادی جوش کا تصورِ انقلاب''، مشمولہ ''جوش شناسی''، چوتھا شمارہ، (کراچی: الفاظ فاؤنڈیشن، ۲۰۰۹ء)، ص: ۳۰
۳۶۔ جوش ملیح آبادی، ''اشارات''، (دِلّی: نگارستان ایجنسی، س ن)، ص ۶۳۔ ۶۴، طبع اوّل
۳۷۔ ایضاً، ص ۶۳
۳۸۔ پروفیسر سید احتشام حسین، ''جوش ملیح آبادی: انسان اور شاعر''، (لکھنؤ: اُتر پردیش اُردو اکادمی، ۱۹۸۳ء)، ص ۱۳۰
۳۹۔ ڈاکٹر سروشہ نسرین قاضی، ''جوش کی شاعرانہ عظمت''، (ناگ پور: امین پبلی کیشنز، ۲۰۱۵ء)، ص ۵۲
۴۰۔ ڈاکٹر ہلال نقوی، ''جوش ملیح آبادی: شخصیت اور فن''، محولۂ بالا، ص ۶۹
۴۱۔ ڈاکٹر جمیل جالبی، ''آزادی کے رجز خواں جوش''، محولۂ بالا، ص ۱۳۸
۴۲۔ خلیق انجم، ''حرفِ آغاز''، مشمولہ ''جوش ملیح آبادی: تنقیدی جائزہ''، محولۂ بالا، ص ۱۷
۴۳۔ ڈاکٹر علی فاطمی، ''ترقی پسند نظم کی شعریات: چند اشارے''، مشمولہ ''جوش بانی''، نمبر ۵، ۶، شمارہ، جولائی ۲۰۱۰ء تا جون ۲۰۱۱ء، جوش لیٹریری سوسائٹی (انڈیا، کینیڈا)، (الہ آباد: پنچھی آفسٹ، ۲۰۱۱ء)، ص ۱۰۹
۴۴۔ ڈاکٹر سروشہ نسرین قاضی، ''جوش کی شاعرانہ عظمت''، محولۂ بالا، ص ۴۹
۴۵۔ ایضاً، ص ۵۷
۴۶۔ جوش ملیح آبادی، ''موجد و مفکر'' (مسدس)، (ملیح آباد: اشفاق حسن خان، س ن)، ص ۱۰۳
۴۷۔ پروفیسر سیّد احتشام حسین، ''جوش ملیح آبادی: انسان اور شاعر''، محولۂ بالا، ص ۱۲۸
۴۸۔ ڈاکٹر ہلال نقوی، ''جوش ملیح آبادی: شخصیت اور فن''، محولۂ بالا، ص ۱۳۴
۴۹۔ پروفیسر سیّد احتشام حسین، ''جوش ملیح آبادی: انسان اور شاعر''، محولۂ بالا، ص ۶۹
۵۰۔ سفارش حسین رضوی، ''اُردو مرثیہ (تاریخ مرثیہ)''، (نئی دہلی: مکتبۂ جامعہ لمیٹڈ، ۱۹۶۵ء)، ص ۴۲۳
۵۱۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی، ''جدید شاعری''، (کراچی: اُردو دنیا، ۱۹۶۱ء)، ص ۲۰۱
۵۲۔ ڈاکٹر ہلال نقوی، ''جوش ملیح آبادی: شخصیت اور فن''، محولۂ بالا، ص ۷۰
۵۳۔ پروفیسر سید احتشام حسین، ''جوش ملیح آبادی: انسان اور شاعر''، محولۂ بالا، ص ۱۷
۵۴۔ خالد محمود، ''ادب اور صحافتی ادب''، (نئی دہلی: مکتبۂ جامعہ لمیٹڈ، ۲۰۱۲ء)، ص ۱۰۹
۵۵۔ جوش ملیح آبادی، ''شعلہ و شبنم''، (دہلی: مکتبۂ جامعہ، ۱۹۳۶ء)، ص ۶۵، طبع اوّل
۵۶۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی، ''جدید شاعری''، محولۂ بالا، ص ۲۲۶
۵۷۔ جوش ملیح آبادی، شعلہ و شبنم، محولۂ بالا، ص ۹۰
۵۸۔ ایضاً، ص ۵۵

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

۵۹۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی، ''جدید شاعری''، محولۂ بالا، ص ۲۲۴
۶۰۔ جوش ملیح آبادی، ''شعلہ و شبنم''، محولۂ بالا، ص ۵۶
۶۱۔ ایضاً، ص ۸
۶۲۔ ڈاکٹر گوپی چند نارنگ، ''کلیدی خطبہ''، محولۂ بالا، ص ۳۱
۶۳۔ نعیم السحر صدیقی، ''جوش کی شاعری کا فکری اور سماجی مطالعہ''، (الہ آباد: ادارۂ نیا سفر، ۲۰۱۰ء)، ص ۱۱۱
۶۴۔ ایضاً، ص ۱۵۸
۶۵۔ علی سردار جعفری، ''تقریر''، مشمولہ ''جوش ملیح آبادی: نئے تناظر میں''، مرتبّہ علی احمد فاطمی، (الہ آباد: ادارۂ نیا سفر، ۱۹۹۹ء)، ص ۳۱
۶۶۔ ایضاً، ص ۱۳
۶۷۔ جوش ملیح آبادی، ''حسینؑ اور انقلاب''، (بمبئی: شیخ نذیر احمد مالک کتب خانہ تاج آفس، س ن)، ص ۳۹
۶۸۔ ایضاً، ص ۱۵
۶۹۔ ڈاکٹر ہلال نقوی، ''جوش ملیح آبادی: شخصیت اور فن''، محولۂ بالا، ص ۱۱۴
۷۰۔ ایضاً، ''جدید مرثیے کے تین معمار''، (کراچی: پاکستان ریڈرس گلڈ، ۱۹۷۷ء)، ص ۱۲
۷۱۔ جوش ملیح آبادی، ''موجد و مفکر'' (مسدس)، محولۂ بالا، ص ۹۵
۷۲۔ ایضاً، ص ۹۶
۷۳۔ ڈاکٹر ہلال نقوی، ''جوش کے انقلابی مرثیے: مع عرفانی و رثائی کلام''، (اوسلو: توحید اسلامک سینٹر، ۲۰۱۰ء)، ص ۵۲۴، طبع اوّل
۷۴۔ جوش ملیح آبادی، ''آیات و نغمات''، (لاہور: مکتبۂ اُردو، لاہور، ۱۹۴۱ء)، حاشیہ، ص ۱۶۹، طبع اوّل
۷۵۔ جوش ملیح آبادی، ''شعلہ و شبنم''، (دہلی: ہمالیہ بک ہاؤس، ۱۹۳۶ء)، حاشیہ، ص ۹۰
۷۶۔ پروفیسر سید احتشام حسین، ''جوش ملیح آبادی: انسان اور شاعر''، محولۂ بالا، ص ۷۵
۷۷۔ ڈاکٹر جمیل جالبی، ''آزادی کے رجز خواں جوشؔ''، محولۂ بالا، ص ۱۳۷، ۱۳۸
۷۸۔ پروفیسر ممتاز حسین، ''اعتراضات''، مشمولہ ''حضرت جوش ملیح آبادی: شخصیت، فن و افکار''، محولۂ بالا، ص ۱۳۳
۷۹۔ پروفیسر سید احتشام حسین، ''جوش ملیح آبادی: انسان اور شاعر''، محولۂ بالا، ص ۹۱
۸۰۔ ایضاً، ص ۷۶
۸۱۔ امام اکبر آبادی، ''نذرانے - عذرانے''، مشمولہ ماہ نامہ ''افکار''، ''جوش نمبر''، محولۂ بالا، ص ۷۶۴
۸۲۔ ڈاکٹر محمد حسن، ''شناسا چہرے''، (علی گڑھ: ایجوکیشنل بک ہاؤس، ۱۹۷۹ء)، ص ۲۷

ماٰخذ

۱۔ آزاد، جگن ناتھ، پروفیسر، ''جوش کی مفکرانہ شاعری''، مشمولہ ''جوش ملیح آبادی: خصوصی مطالعہ''، مرتب قمر رئیس، دہلی: جوش انٹرنیشنل سیمینار کمیٹی، ۱۹۹۳ء
۲۔ امام، عالیہ، ''باتیں ہماری یاد رہیں''، مشمولہ ''جوش شناسی''، مرتبہ کاظم علی خاں، لکھنؤ: شیعہ کالج، ۱۹۸۶ء
۳۔ انجم، خلیق، ''حرفِ آغاز''، مشمولہ ''جوش ملیح آبادی: تنقیدی جائزہ''، نئی دہلی: انجمنِ ترقی اُردو (ہند)، ۱۹۹۲ء

ISSN: 2519-6332 (Print),   ISSN: 2708-1915 (Online)

۴۔ بریلوی، عبادت، ڈاکٹر، ’’شاعرِ انقلاب‘‘، مشمولہ ’’دیوانِ جوش‘‘، مرتب ضیا ساجد، لاہور: خیام پبلشرز، ۱۹۹۶ء

۵۔ ________، ڈاکٹر، ’’جدید شاعری‘‘، کراچی: اُردو دنیا، ۱۹۶۱ء

۶۔ جالبی، جمیل، ڈاکٹر، ’’آزادی کے رجز خواں جوشؔ‘‘، مشمولہ ’’حضرت جوش ملیح آبادی: شخصیت، فن و افکار‘‘، مؤلفہ صبغت اللہ سید برنی، کراچی: ناشر اُردو اکیڈمی سندھ، ۱۹۸۴ء

۷۔ جعفری، علی سردار، ’’جوش کی معنویت‘‘، (ایک مکتوب)، مشمولہ ’’جوش ملیح آبادی: خصوصی مطالعہ‘‘، مرتبہ ڈاکٹر قمر رئیس، دہلی: تخلیق کار پبلشرز، ۲۰۰۵ء، طبع دوم

۸۔ ________، ’’تقریر‘‘، مشمولہ ’’جوش ملیح آبادی: نئے تناظر میں‘‘، مرتبہ علی احمد فاطمی، الٰہ آباد: ادارۂ نیا سفر، ۱۹۹۹ء

۹۔ حسن، محمد، ڈاکٹر، ’’شناسا چہرے‘‘، علی گڑھ: ایجوکیشنل بک ہاؤس، ۱۹۷۹ء، طبع اوّل

۱۰۔ حسین، سیّد احتشام، پروفیسر، ’’جوش ملیح آبادی: انسان اور شاعر‘‘، لکھنؤ: اُتر پردیش اُردو اکادمی، ۱۹۸۳ء

۱۱۔ حسین، ممتاز، پروفیسر، ’’اعتراضات‘‘، مشمولہ ’’حضرت جوش ملیح آبادی: شخصیت، فن و افکار‘‘، مؤلفہ صبغت اللہ سید برنی، کراچی: ناشر اُردو اکیڈمی سندھ، ۱۹۸۴ء

۱۲۔ رابرٹسن، آئن (Robertson, Ian)، ’’سوشیالوجی‘‘، نیو یارک: ورتھ پبلشرز انکارپوریٹیڈ، ۱۹۸۷ء، طبع سوم

۱۳۔ راشد، ن م، ’’جدید اُردو شاعری‘‘، مشمولہ ’’۱۹۶۲ء کے بہترین مقالے‘‘، لاہور: مکتبہ جدید، ۱۹۶۳ء، طبع اوّل

۱۴۔ رائے پوری، اختر حسین، ڈاکٹر، ’’ادب اور انقلاب‘‘، حیدر آباد دکن: ادارۂ اشاعتِ اُردو، ۱۹۴۳ء، بار اوّل

۱۵۔ رضوی، سفارش حسین، ’’اُردو مرثیہ (تاریخ مرثیہ)‘‘، نئی دہلی: مکتبۂ جامعہ لمیٹڈ، ۱۹۶۵ء

۱۶۔ سروش، رفعت، ’’جوشؔ کا اثر میری شخصیت اور شاعری پر‘‘، مشمولہ ’’جوش ملیح آبادی: تنقیدی جائزہ‘‘، مرتبہ خلیق انجم، نئی دہلی: انجمنِ ترقی اُردو (ہند)، ۱۹۹۲ء

۱۷۔ صدیقی، نعیم السحر، ’’جوش کی شاعری کا فکری اور سماجی مطالعہ‘‘، الٰہ آباد: ادارۂ نیا سفر، ۲۰۱۰ء

۱۸۔ قاضی، سروشہ نسرین، ڈاکٹر، ’’جوش کی شاعرانہ عظمت‘‘، ناگ پور: امین پبلی کیشنز، ۲۰۱۵ء

۱۹۔ محمود الحسن، سیّد، ڈاکٹر، ’’جوش کی شاعری میں فکری پہلو‘‘، مشمولہ ’’جوش شناسی‘‘، مرتبہ کاظم علی خاں، ناشر شیعہ کالج لکھنؤ، ۱۹۸۶ء

۲۰۔ محمود، خالد، ’’ادب اور صحافتی ادب‘‘، نئی دہلی: مکتبۂ جامعہ لمیٹڈ، ۲۰۱۲ء

۲۱۔ ملاٹھوی، مظفر، پروفیسر، ’’اُردو شاعری میں جوش کا مقام‘‘، مشمولہ ’’حضرت جوش ملیح آبادی: شخصیت، فن و افکار‘‘، مؤلفہ صبغت اللہ سید برنی، کراچی: ناشر اُردو اکیڈمی سندھ، ۱۹۸۴ء

۲۲۔ نقوی، ہلال، ڈاکٹر، ’’جوشؔ ملیح آبادی: شخصیت اور فن‘‘، اسلام آباد: اکادمی ادبیات پاکستان، ۲۰۰۷ء

۲۳۔ ________، ’’جوش کے انقلابی مرثیے: مع عرفانی و رثائی کلام‘‘، اوسلو: توحید اسلامک سینٹر، ۲۰۱۰ء، طبع اوّل

۲۴۔ ________، ’’جدید مرثیے کے تین معمار‘‘، کراچی: پاکستان ریڈرس گلڈ، ۱۹۷۷ء

۲۵۔ ملیح آبادی، جوش، ’’آیات و نغمات‘‘، لاہور: مکتبۂ اُردو، ۱۹۴۱ء، بار اوّل

۲۶۔ ________، ’’جنون و حکمت‘‘ (رباعیات)، دلّی: کریم بک ڈپو، ۱۹۳۷ء، بار اوّل

۲۷۔ ________، ’’یادوں کی برات‘‘، کراچی: جوش اکیڈمی، ۱۹۷۰ء

۲۸۔ ________، ’’اشارات‘‘، دِلّی: نگارستان ایجنسی، س ن، طبع اوّل

۲۹۔ ________، ’’موجد و مفکر‘‘ (مسدس)، ملیح آباد: اشفاق حسن خان، س ن

۳۰۔ ________، ''شعلہ وشبنم''، دہلی: مکتبۂ جامعہ، ۱۹۳۶ء، طبع اوّل

۳۱۔ ________، ''حسینؑ اور انقلاب''، بمبئ: شیخ نذیر احمد مالک کتب خانہ تاج آفس، س ن

۳۲۔ ________، ''آیات ونغمات''، لاہور: مکتبۂ اُردو، لاہور، ۱۹۴۱ء، طبع اوّل

۳۳۔ ________، ''شعلہ وشبنم''، دہلی: ہمالیہ بک ہاؤس، ۱۹۳۶ء

رسائل و جرائد

۲۔ ماہ نامہ ''افکار''، 'جوش نمبر'، کراچی: مکتبۂ افکار، ۱۹۶۱ء

۱۔ ''جوش بانی''، نمبر ۱، شمارہ جنوری تا جون، ۲۰۰۸ء، جوش لیٹریری سوسائٹی (انڈیا، کینیڈا)، الٰہ آباد

۴۔ ________، نمبر ۲، شمارہ جولائی تا دسمبر، ۲۰۰۸ء، ________

۳۔ ________، نمبر ۴، شمارہ، جنوری تا جون، ۲۰۱۰ء، ________

۷۔ ________، نمبر ۵، ۶، شمارہ، جولائی ۲۰۱۰ء تا جون ۲۰۱۱ء، ________

۵۔ ''جوش شناسی''، چوتھا شمارہ، کراچی: الفاظ فاونڈیشن، ۲۰۰۹ء

۶۔ ماہ نامہ ''کلیم''، دہلی، شمارہ مئی ۱۹۳۶ء

فرہنگ

۱۔ ''فرہنگِ سیاسیات''، نئی دہلی: ترقی اُردو بیورو، ۱۹۸۴ء